انتخاب

از رسالہ "برھان" بابت ماہ مئی ۱۹۷۰ء

مجموعہ قوانین اسلام جلد سوم

سعید احمد اکبر آبادی

ب تنزیل الرحمٰن تقطیع کلاں ضخامت ۸۳۴ صفحات کاغذ اور ٹائپ اعلیٰ قیمت مجلد/۱۵

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، مغربی پاکستان

کتاب کی پہلی دو جلدیں نکاح اور طلاق کے مسائل پر مشتمل تھیں برہان" میں ان چکا ہے۔ یہ کتاب کی تیسری جلد ہے جو پانچ ابواب نسب، اولاد (۱) حضانت (۲) اولاد براد (۳) کا نفقہ ہبہ (۴) اور وقف (۵) پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں بھی فاضل مؤلف ۂ گفتگو وہی ہے جو سابقہ جلدوں میں تھا یعنی پہلے دفعات کی شکل میں نفس مسئلہ اور اس کی ، کے بعد اس مسئلہ میں ائمہ فقہاء کا جو اختلاف ہے وہ مع دلائل و براہین کے پھر اس ممالکِ اسلامیہ کے ہاں الگ الگ جو قانون ہے اور خود پاکستان میں جو نظائر ہیں ان کو نے اور آخر میں ان سب پر محاکمہ کر کے تجویز کی شکل میں اپنی رائے قلمبند کرتے ہیں۔ زبان سلیس طرز بیان واضح اور سلجھا ہوا ہے اور ایک بات بھی بغیر مستند حوالہ کے نہیں ہے جہاں اور امور زیر بحث کی تحقیق و تنقیح کا تعلق ہے اس میں شبہ نہیں فاضل مؤلف نے ٹھا کر نہیں رکھی ہے اور اس بنا پر ہندو پاک میں ان کا کام اپنی نوعیت میں پہلا ہے۔ ، کے اپنے افکار و آراء تو ظاہر ہے جب آج تک کسی مسئلہ میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہوا تو ہو سکتا ہے۔ تاہم علماء کرام کے لئے یہ امر باعثِ اطمینان ہونا چاہیئے کہ جسٹس ایس۔ اے ، معتدل اور متوازن شخص نے مؤلف کو اجتہاد کے بجائے قدامت پسندی کی طرف زیادہ نے کا "طعنہ" دیا ہے۔ (ص ۸۲۷) بہر حال بعض مقامات پر اختلاف ہمیں بھی ہے مثلاً

اکثر مدت حمل کے باب میں جناب مؤلف نے حضرت عائشہ رضؓ کی روایت کی بنیاد پر احناف کے مذہب یعنی دو برس کو ترجیح دی ہے۔ تعجب ہے موصوف نے پوری بحث میں کہیں قرآن کی آیت حمله وفصاله ثلاثون شهراً کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ہماری رائے میں اس بحث میں اس آیت کو ہی مدار بحث ہونا چاہیئے۔ عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) ایک یہ کہ حمل اور شیر خوارگی دونوں کی مدت الگ الگ ڈھائی برس ہے۔ (۲) اور دوسرا یہ کہ حمل اور شیر خوارگی دونوں کی مجموعی مدت ڈھائی برس ہے۔ پہلا مطلب چونکہ تجربہ ومشاہدہ عرف وعادت اور طب کے خلاف ہے۔ اس بنا پر دوسرا مطلب ہی قابل قبول ہو سکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آیت میں ڈھائی برس کا ذکر عدد معین کے حصر کے لئے نہیں ہے جیساکہ قرآن کی بعض اور آیات میں بھی ہے بلکہ مقصد حمل اور شیر خوارگی کی تقریبی مدت کا بیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ از روئے قرآن ان دونوں کی مدت ڈھائی برس سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی۔ اس بنا پر اس آیت سے بطور دلالتہ النص کے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شریعت (قرآن) نے از خود کوئی مدّت معین نہیں کی ہے بلکہ چونکہ یہ معاملہ خیر وشر اور سزا وجزا کا نہیں تھا اس لئے اس کو فقہائے امت کے حوالہ کو دیا ہے کہ وہ علم وتجربہ مشاہدہ اور عرف وعادت کی روشنی میں اس کی مدّت مقرر کریں۔ چنانچہ قرآن میں ایک اور جگہ جہاں حمل کا ذکر ہے اس کی مدّت کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:- الم نخلقكم من ماء مهين۔ فجعلناه في قرار مكين۔ الى قدر معلوم۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء نے اکثر مدت حمل کا جو تعین کیا ہے وہ اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں کیا ہے۔ امام مالک سے جب حضرت عائشہ رضؓ کی روایت کا ذکر کیا گیا، جس میں دو برس کا ذکر ہے تو امام عالی مقام نے فرمایا سبحان اللہ یہ کون کہتا ہے۔ ہماری پڑوسن چار برس تک حاملہ رہی ہے اس قسم کے اقوال شافعی امام احمد بن حنبل سے ائمہ فقہاء میں اور صحابہ میں حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ سے منقول ہیں۔ مولوی تنزیل الرحمٰن صاحب نے اپنے استدلال کی تمام تر بنیاد حنفی مسلک کے اتباع میں حضرت عائشہ رضؓ کے قول پر رکھی ہے جس کو ایک خاتون جمیلہ بنت سعد نے نقل کیا ہے لیکن اس روایت کی حیثیت یہ ہے کہ مرفوع نہیں موقوف ہے علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضؓ کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی بات جب کبھی بیان فرماتی ہیں تو آنحضرت

یہ وسلم کا حوالہ ضرور دیتی ہیں لیکن اس روایت میں ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے اس بنا پر اغلب
ل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہؓ طب سے خوب واقف تھیں اور
معاملات سے متعلق ان کا علم بھی اس درجہ وسیع تھا کہ اکابر صحابہ ان سے مشورہ کرتے تھے۔ اس
یر بحث ان کی ذاتی رائے ہے جو ان کے اپنے علم و تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں
اتفاق نہیں ہے کہ کسی صحابی کا منفرد قول ہر حال میں حجت ہوگا۔ اس پر شبہ نہیں کہ صحابی خواہ کسی
جہ کا ہو بہر حال اس کی طرف دروغ بیانی کی نسبت نہیں ہو سکتی لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سب
ذہانت استعداد فہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف صحبت و محبت کے اعتبار سے
یثیت اور مرتبہ کے نہیں تھے۔ اس بنا پر اگرچہ کسی صحابی کو کاذب نہیں کہا جا سکتا لیکن ان کے متعلق
کا شبہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔

ضل مؤلف نے اپنے استدلال کے سلسلہ میں ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ یہ حدیث (حضرت
اگرچہ موقوف ہے لیکن حکم میں مرفوع کے ہے۔ کیونکہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ
علی الوحی ہے (ص ۸۵) یہ صحیح ہے کہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا لیکن کون سے
؟ یہ وہ مقادیر شرعیہ ہیں جن کے بغیر کوئی فرض عبادت منصوص فی القرآن ادا ہی نہ ہو سکتی ہو
زمیں مقادیر رکعات، زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور حج میں طواف اور سعی کے لئے سات کی مقدار
دیر شرعیہ کا حکم بے شبہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن اس کے باوجود
یثیت منصوصات قرآنی کی ہے اور اسی لئے فرض یا واجب ہیں اور ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی
ل وغیرہ کی مدت مقادیر کی اس قسم میں داخل نہیں قرآن میں اقل مدت حمل پر تو دلالت ہوتی ہے
ثر مدت کی تحدید پر کوئی اشارہ بھی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول بھی موجود
حضرت عائشہؓ نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ یہ حالات اس امر کا قرینہ ہیں کہ مسلمانوں
باب علم و فضل علم تجربہ اور مشاہدہ کی روشنی میں مدت زیر بحث کا تعین کر سکتے ہیں۔ ان
کے باعث ہمارے نزدیک ایک حضرت عائشہؓ کے قول پر ہی انحصار کر لینا درست نہیں ہے
ں میں طبعی اور غیر طبعی مدت کا فرق اور ہر مدت کے لئے ثبوت نسب کے سلسلے میں الگ الگ
م بھی ہونے چاہئیں۔ ☆